محمد یحییٰ گوندلوی

تحریک اہلحدیث..... تحریک حفاظت اسلام

کسی بھی تحریک کے پھیلاؤ کیلئے ضروری ہے کہ اس کی بنیاد فطری اور ابدی اصولوں پر ہو اور اس میں اتنی کشش موجود ہو کہ وہ ہر کس و ناکس کو متاثر کر سکے اور پھر اس میں یہ قوت بھی ہو کہ وہ اپنے خلاف تحاریک پر ہمہ جہت سے حاوی اور غالب ہو۔ اس کے اصولوں کو چیلنج نہ کیا جا سکے بلکہ وہ اپنے مخالف کو نہ صرف چیلنج کرنے کی سکت رکھتی ہو بلکہ معارضہ اور مقابلہ کی صورت میں اسے لاچار کر سکے۔

اہل حدیث ایک انتہائی جاندار تحریک ہے جس نے ہر دور میں اپنے اصولوں کو منوایا ہے بلکہ علمی میدان میں ہر مخالف تحریک کو پسپا ہونے پر مجبور کیا ہے اور یہ واحد تحریک ہے جو اس پیشگوئی کی مصداق ٹھہرتی ہے۔ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے واضح الفاظ میں بیان فرمائی تھی کہ:

لا یزال طائفة من امتی علی الحق منصورین لا یضرهم من خالفهم حتی یاتی امر الله (مسلم کتاب الامارۃ وابن ماجہ باب اتباع سنۃ رسول اللہ واللفظ لہ)

''میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر نصرت یافتہ رہے گا' ان کا مخالف انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا امر آ جائے گا۔''

منصور علی الحق ہونے کی وجہ

اس تحریک کے منصور علی الحق ہونے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس کے اصول کسی انسان کے وضع کئے ہوئے نہیں بلکہ منزل من اللہ ہیں جو اللہ کریم نے جناب خاتم النبیین علیہ السلام پر نازل فرمائے ہیں۔ جو نہ صرف فطری ہیں بلکہ ابدی اور دائمی بھی ہیں۔ اس کے برعکس اسلامی گروہوں میں جملہ اٹھنے والی تحاریک کے اصول منزل من اللہ ہونے کی بجائے کسی نہ کسی شخصیت کے گرد گھومتے ہیں اور وہ تحاریک اپنا وجود قائم رکھنے کیلئے انہی شخصیات کی مرہون منت ہوتی ہیں جن کے نام پر ان تحریکوں کا آغاز کیا جاتا ہے۔ پس جب ان میں سے کسی شخصیت کے مقام و مرتبہ میں کوئی نقص یا کوئی کمی واقع ہوتی ہے تو وہ تحاریک جو ان کے ناموں پر چل رہی ہوتی ہیں یا تو دم توڑ جاتی ہیں یا اضمحلال اور اختلال کا شکار ہو جاتی ہیں۔

برصغیر میں لوگوں تک صحیح اسلامی دعوت پہنچانے میں اور پھر اس دعوت کی حفاظت اور پاسبانی کرنے میں جو کردار تحریک اہلحدیث کا ہے وہ کسی اور تحریک کا نہیں اور جس انداز میں حفاظت اسلام کا فریضہ اس تحریک نے ادا کیا ہے وہ یہاں کسی اور اسلامی تحریک کے حصہ میں نہیں آیا اور جس طریقہ سے اس تحریک نے اراء الرجال سے بالاتر ہو کر کتاب و سنت کی تعلیم کو بام عروج تک پہنچایا ہے اس کا شرف کوئی اور تحریک حاصل نہیں کر سکی۔

برصغیر کا مزاج

برصغیر میں اسلام کی شعاعیں اور کرنیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں پہنچ چکی تھیں اور پہلی صدی ہجری کے اختتام میں محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی فتوحات سے یہاں اسلامی حکومت قائم ہو چکی تھی جو کہ ایک خالص اسلامی حکومت تھی جس میں کسی قسم کی آمیزش نہ تھی' لیکن یہ حکومت زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی کہ جس سے صحیح اسلامی مزاج اپنی اصل صورت میں قائم رہ سکتا۔ پھر سیاسی انقلاب آتے رہے حتیٰ کہ پھر یہاں ایک مستقل اسلامی حکومت قائم ہوئی جو تقریباً دس صدیوں تک قائم رہی لیکن اس دور میں اسلام کی ترویج اس نہج پر نہیں تھی جس نہج پر محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے وقت تھی۔ بلکہ اب ہندو اور مسلم کے اختلاط سے ایک عجیب سا معاشرہ قائم ہو چکا تھا۔ جس سے بہت سی ہندو رسومات اسلام میں داخل ہو گئیں۔ عوام کی اکثریت جاہل تھی' انہیں ان رسومات کی حقیقت کا علم نہیں تھا۔ وہ جن باتوں پر ایک عرصہ سے عمل کرتے چلے جا رہے تھے انہیں ہی اسلام سمجھتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام دو تہذیبوں کا مرکب مغلوب بن گیا۔ اس سے جو ٹھیٹھ اور خالص اسلام تھا اکثر و بیشتر اپنا وجود کھو گیا۔

تحریک اہلحدیث کا کردار

لیکن اسلام اللہ تعالیٰ کا حقیقی اور آخری دین ہے۔ اس نے تا قیامت قائم رہنا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ برصغیر میں ہر دور میں ایسے آدمی پیدا کرتا رہا جو صحیح معنوں میں رجال اللہ تھے جو اس مرکب مغلوب کے خلاف آواز حق بلند کرتے رہے' خالص اسلام میں جو بدعات شامل کر دی گئی تھیں ان کی تنقیص و تردید کر کے دین حق کی خالص دعوت لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ یہ رجال تحریک اہلحدیث کے روح رواں تھے جنہوں نے ہر دور میں باطل سے ٹکر لی اور دعوت اسلامی کو موہوم یا مغلوب نہیں ہونے دیا۔

صوفیہ حضرات

یہاں دو مختلف تہذیبوں کے اشتراک سے صوفیہ حضرات کو بڑا فائدہ پہنچا' انہوں نے اسلام کو ایک ایسی صورت میں پیش کیا جس میں اسلامی تعلیم کا دخل کم اور ہندووانہ رسم و رواج کا دخل زیادہ تھا۔ ان حضرات نے خانقاہی نظام کی آڑ میں اسلام کی اساس اول ''عقیدہ توحید'' کو ہی ختم کر کے رکھ دیا۔ لوگوں کے دلوں میں اس نظام کی دھاک کچھ اس طرح بٹھادی گئی کہ اس نظام سے ادھر ادھر ہونے والے کی نہ صرف دنیا خراب ہو جاتی ہے بلکہ وہ اسلام سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں علمائے اہلحدیث **کثر اللہ سوادھم** کتاب وسنت کے نصوص اور براہین سے مسلح ہو کر میدان میں اترے اور خانقاہی نظام کی خرابیوں اور اس کا اسلام سے متصادم ہونے کو واضح کیا اس میدان میں علمائے اہلحدیث کو کتنی اذیتیں برداشت کرنی پڑیں؟ اس کا ادراک ہر اس شخص کو ہے جو برصغیر کے مذاہب اور ان کے عروج وزوال پر نگاہ رکھتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ اہلحدیث نے اس میدان میں کتنی قربانیاں دی ہیں۔ غیر مسلموں سے تصادم تو بدیہی بات تھی' اس خانقاہی نظام کے پروردہ مسلمان کہلانے والوں نے بھی اپنے ظلم وزیادتیوں کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اگر اہلحدیث توحید خالص کی دعوت کا بیڑا نہ اٹھاتے تو یقیناً آج یہاں توحید کی اصلیت معلوم نہ ہوتی۔ توحید کے بجائے ہر طرف شرک ہی پھیلا ہوتا اور یوں اسلام کا یہ اساسی رکن اپنی اصلی اور معنوی حیثیت کھو چکا ہوتا۔

انگریز اور اہلحدیث

انگریز نے برصغیر پر قبضہ جما لینے کے بعد محسوس کیا کہ اگر طویل عرصہ تک یہاں حکومت کرنی ہے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ مجاہدین کی تحریک مزاحمت کو کچل دیا جائے۔ سیدین شہیدین شاہ محمد اسماعیل دہلویؒ اور شاہ احمد بریلویؒ کی بالاکوٹ میں شہادتوں کے بعد علمائے احناف نے تحریک جہاد سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اور اب اس تحریک کو صرف اہلحدیث ہی چلا رہے تھے۔ انگریز نے حالات سے بخوبی معلوم کر لیا تھا کہ برصغیر میں اگر اپنے اقتدار کو طول دینا ہے تو اس کیلئے تحریک جہاد کو کچلنا ضروری ہے۔ چنانچہ اس نے بڑی حکمت سے کام لیا کہ اس تحریک کو وہابیت کا نام دے کر ان کے مخالف علماء کی خدمات حاصل کیں جنہوں نے حکومت کی سرپرستی میں اس مقدس تحریک چلانے والوں پر اپنے فتوؤں کی گنیں نصب کر دیں۔ طرح طرح کے غلط الزامات لگا کر انہیں مفسد اور کافر قرار دیا گیا۔ ان کے خلاف فتوے شائع کئے گئے اور اپنی مساجد میں ان پر پابندی عائد کر دی اور ایسا غلط پراپیگنڈہ کیا کہ گویا کہ وہابی کائنات کے بدترین انسان ہیں جو نہ اسلام کے وفادار ہیں اور نہ ہی ملت اسلامیہ کے۔ اس کیلئے سرکاری وسائل بروئے کار لائے گئے جس سے عوام میں اس مقدس تحریک کے حاملین کے بارہ میں غیض وغضب بھڑک اٹھا اور لوگ انہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ دوسری طرف حکومت نے پکڑ دھکڑ کا سلسلہ شروع کر دیا اور وابستگان تحریک کیلئے پھانسی کے پھندے لٹکا دیئے گئے لیکن اہلحدیث ان باتوں سے کب خائف ہونے والے تھے انہوں نے اپنے اوپر لاکھوں ظلم تو سہہ لئے پھانسی کے پھندے اپنے حلقوں میں حمائل تو کر لئے۔ اپنی جائیدادوں سے دستبردار تو ہو گئے لیکن اپنے مشن کو نہ چھوڑا' بلکہ پہلے سے بھی زیادہ مستعدی اور جفاکشی سے جاری رکھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب دیگر فرقوں کے علماء اپنے ہاتھ حکومت کے ہاتھوں میں دے کر اپنی من مرضی کی مراعات حاصل کر رہے تھے۔ ایک غیر اہلحدیث صحافی وادیب جناب آغا شورش کاشمیری نے اس تحریک کا اپنے الفاظ میں تجزیہ کیا ہے جسے ہم ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

آغا شورش فرماتے ہیں ''۱۸۵۷ میں جب دہلی مرحوم ہوگئی مسلمانوں کے ہاتھ سے سلطنت نکل گئی اور ان کیلئے ہندوستان کا طول وعرض تنگ ہو گیا تو جس جماعت کو سب سے زیادہ انگریزی استعمار اور چولہے کا ایندھن بننا پڑا۔ پھر علماء پر جو مقدمات قائم کئے گئے اور یہ سلسلہ دار وگیر انیسویں صدی کے آخری آٹھ اور نو دہائیوں تک چلتا رہا تو جن لوگوں نے ہندوستان کے مقتل میں جان دی ان میں پونے دو لاکھ افراد تھے جن کا اپنا نام تو اس قتل کی عام زود فراموشی کے باعث محفوظ نہیں رہ سکا لیکن ان کی جماعت کا نام رہ گیا اب جو ریکارڈ سامنے آیا ہے اس سے اس کی تصدیق ہوگئی ہے کہ ان کے خون پر جو چھاپ لگائی گئی تھی وہ ان کے وہابی ہونے کی تھی۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اس سب سے بڑی مصلح جماعت اور اس کے غیرت مند رہنماؤں کو برطانوی استیلا اور بدعتی فضا کے پروردوں نے دشنام واتہام کا ہدف بنا کر اسلام کی طاقت کو کمزور کیا اور اسلام کی حقیقت کو مجروح' ورنہ ایک خاص مرحلے سے ایک خاص دور تک ہندوستان میں اسلام کی تاریخ وہابی جماعت کی ہی مرہون سپاس ہے۔ میں اہلحدیث کا اس لحاظ سے معترف ہوں اور مجھے حیرت ہوتی ہے کہ اس قسم کے گوہر یک دانہ بھی موجود رہے ہیں جنہوں نے دین کو صحیح کیا لیکن وہ خود رسوا ہو گئے۔ جنہوں نے اسلام کو بالا کیا۔ لیکن خود غضب کا شکار ہو گئے۔ جنہوں نے غیر ملکی استعمار کا ڈٹ کر مقابلہ کیا' لیکن اپنوں کے ہاتھوں اور پراؤں کے خنجروں سے گھائل ہوتے رہے۔

(ہفت روزہ چٹان ۱۳ نومبر ۱۹۶۷)

آغا صاحب نے جو فرمایا بالکل درست فرمایا۔ تحریک جہاد میں جو اہلحدیث نے کردار ادا کیا وہ انمٹ حقیقت جس کا انکار کوئی صاحب بصیرت نہیں کر سکتا۔ اگر اہلحدیث تحریک جہاد کو اپنے ہاتھ میں نہ لیتے تو سیدین کی شہادتوں کے بعد یہ تحریک ختم ہو جاتی لیکن بحمد

اللہ یہ تحریک آج بھی کسی نہ کسی صورت میں قائم ہے۔

انگریزی ہند میں اہلحدیث کا کردار

برصغیر پر جب انگریز نے اپنا قبضہ جما لیا تو اسے بخوبی علم تھا کہ ہم پردیسی ہیں۔ ہم نے مکاری' عیاری' دھوکہ اور فریب سے قبضہ جمایا ہے۔ ہم نے اقتدار مسلمانوں سے چھینا ہے وہ کسی بھی وقت ہمارے اقتدار کے خاتمے کا سبب بن سکتے ہیں۔ لہٰذا ان میں گروہی تعصب پیدا کر کے باہم نفرت کا بیج بو دیا جائے تا کہ یہ لوگ اپنے گروہی اختلافات میں الجھے رہیں اور حکومت کے خلاف ان کی سوچ مجتمع نہ ہو سکے۔ انہوں نے اس قسم کے فارمولا پر عمل کرتے ہوئے پورے ملک میں ہر قسم کے مذہبی جلسوں کی اجازت دے دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ برصغیر کی فضاء مذہبی جلسوں اور مناظروں اور ایک دوسرے کے خلاف لٹریچر سے مسموم ہوگئی۔ یکا یک عیسائی پادریوں اور دیگر غیر مسلم قوموں کی فوج ظفر موج نے اسلام کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیا اور اس آزادی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہندوؤں اور عیسائیوں نے اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی شروع کر دی اور پوری بے شرمی اور ڈھٹائی کے ساتھ اسلام پر حملہ آور ہوئے۔

اہلحدیث کا لائحہ عمل

حکومت اس سے کیا ثمرات حاصل کرنا چاہتی تھی ایک تو اقتدار کو طول دینا اور دوسرا اسلام اور لولیسیت (موجودہ عیسائیت) کی جو قدیم سے آویزش چلی آرہی ہے اور ان کے اکابر روز اول سے اسلام کو مٹانے کے جس قسم کے خواب دیکھتے چلے آرہے تھے' کو حقیقت کا جامہ پہنانا تھا۔ علمائے اہلحدیث نے یہ سبھی کچھ پہلے ہی مرحلہ میں سمجھ لیا تھا۔ ایک طرف تو اسلام کی حفاظت سامنے تھی اور دوسری طرف ان غاصبوں سے وطن کا استخلاص تھا۔ اہلحدیث نے اس نازک موقعہ پر بلا خوف لومۃ لائم اپنی ذمہ داری کو نبھایا اور اس کے تدارک کیلئے عملی کردار ادا کرنے کا عزم بالجزم اور مصمم ارادہ کیا اور اس کیلئے باقاعدہ منصوبہ بندی کر کے ایسے افراد تیار کئے جو ہمہ وقت ہر قسم کے علمی اور اخلاقی وجہادی اسلحہ سے مسلح تھے۔

عیسائیت کا سدباب

اسلامی حکومت کا خاتمہ انگریزوں کے ہاتھوں سے ہوا تھا۔ جن کا مذہب عیسائیت تھا اور پھر ان کا اسلام کے بارہ میں انتہائی غلط رویہ تھا اس لئے کہ اسلام ہی ایسا مذہب تھا جو عیسائیت کے غلط نظریات کے درمیان حائل تھا اور اسلام نے ہی عیسائیت کو طشت از بام کیا تھا پھر چھ سو سالہ صلیبی جنگوں کا مہیب نقشہ بھی ان کے ذہنوں سے مٹ نہیں سکا تھا۔ اس لئے انہوں نے حکومت کے بل بوتے پر انگلستان سے پادری منگوائے اور چند لالچ طبع مقامی لوگوں کو لالچ دے کر اسلام کے خلاف استعمال کرنا شروع کیا اور ایسے ہی چند اہل قلم حضرات کی خدمات حاصل کی گئیں۔ جنہوں نے اسلام کی سیدھی سادھی اور فطری تعلیم کو غلط رنگ میں پیش کرنا شروع کیا۔ رسول اسلام ﷺ کی مقدس ذات پر اپنی قلم کے ناجائز دھبے لگانا شروع کئے۔ آن کی آن میں اسلام اور رسول اسلام ﷺ کے خلاف کئی کتابیں مارکیٹ میں پہنچ گئیں۔ ان حالات میں علماء اہلحدیث نے اپنا تاریخی کردار ادا کیا اور عیسائیت کا ناطقہ بند کر کے رکھ دیا۔ قاضی سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت نبوی کے موضوع پر لازوال اور غیر فانی کتاب ''رحمۃ للعالمین'' لکھی جس میں عیسائیت کے تمام اعتراضات کو علمی کسوٹی پر باطل ثابت کیا۔ اسی طرح رسالہ ''استقامت'' لکھا جس میں عیسائیت کی ساری حقیقت کو داشگاف الفاظ میں عیاں کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک شخص جو مرتد ہو چکا تھا یہ رسالہ پڑھ کر وہ دوبارہ مسلمان ہوگیا۔ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر متعدد کتابیں تصانیف کیں جن میں اسلام اور مسیحیت' نماز اربعہ' تقابل ثلاثہ' توحید' تثلیث ادارہ تجارت' تم عیسائی کیوں ہوئے؟ اثبات توحید' معارف القرآن اور جوابات نصاریٰ بڑی مشہور اور اہم کتب ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت شیخ الاسلام نے پرچہ اہلحدیث میں بیسیوں مضامین لکھے۔ پادریوں سے براہ راست مناظرے کر کے ان کو پسپاں ہونے پر مجبور کیا۔ اسی طرح مناظر شہیر مولانا احمد دین گکھڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''سیرت رحمۃ للعالمین'' ایک عیسائی کے اعتراضات کے جواب میں لکھی کتاب بہت مدلل اور علمی ہے۔ آج تک کسی عیسائی کو اس کا جواب لکھنے کی جرأت پیدا نہیں ہوئی۔ مولانا نور حسین گرجاکھی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تحریف انجیل'' لکھی جس میں انجیل کی مختلف طباعتوں سے ثابت کیا کہ اس میں عمداً تحریف ہوئی ہے اور غالباً ایسے انہوں نے چالیس حوالے پیش کئے۔ رسالہ مختصر ہونے کے باوجود بڑا پر مغز اور وقیع ہے۔ ہمارے اس دور میں قائد اہلحدیث علامہ پروفیسر ساجد میر صاحب حفظہ اللہ نے ''عیسائیت تجزیہ ومطالعہ'' لکھ کر امت محمدیہ سے ایک عظیم قرض چکایا ہے۔ جس نے عیسائیت کو چورا ہے کے درمیان عریاں اور آشکارا کر کے رکھ دیا ہے۔ شائد ایسی کامیاب کتاب اپنے موضوع پر اس سے پہلے موجود نہ ہو۔

ہندو اور آریہ سماج

ہندوستان پر کئی صدیوں تک مسلمانوں نے بلا شرکت غیرے حکومت کی۔ لیکن جب انگریز کا دور آیا تو ہندوؤں نے اسلام اور مسلمانوں پر اپنی نفرت کا بھرپور اظہار کیا اور نام نہاد مذہبی آزادی کی آڑ میں اسلام اور رسول اسلام ﷺ پر حملے شروع کر دیئے۔ علماء اہلحدیث نے اس کا بروقت نوٹس لیا اور ہندوؤں کے پھیلائے ہوئے مسموم الزامات کو خاکستر کر کے رکھ دیا۔ شیخ الاسلام مولانا امرتسری اور دیگر علمائے کرام نے ان کی تردید میں بیسیوں کتابیں تحریر کر دیں۔ اندازاً شیخ الاسلام مولانا

امرتسری کی اس سلسلہ میں کتب کی تعداد ڈیڑھ درجن سے زائد ہے۔ جن میں مقدس رسول سب سے زیادہ معروف ہوئی۔

مقدس رسول لکھنے کا پس منظر

ایک آریہ مہاشہ نے ''رنگیلا رسول'' کے نام سے کتاب لکھی جس میں سید الانبیاء مصطفیٰ و مجتبیٰ ﷺ کے خانگی حالات نہایت اوچھے' برے اور بدترین انداز میں لکھے جس میں مسلمانان ہند میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ کتاب کیا تھی مسلمانوں کی دل آزاری اور تکلیف و اذیت کا ذریعہ تھی۔ اسلام اور پیغمبر اسلام پر نہایت تحکمانہ حملے تھے۔ جو مسلمانوں کے لئے قطعاً ناقابل برداشت تھے۔ آریہ مؤلف نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا تھا لیکن ایک غیرت مند الحدیث غازی علم دین نے پتہ چلا کر اسے جہنم پہنچا دیا اور خود شہادت کے درجہ پر فائز ہو گیا۔ اگرچہ یہ غیرت ایمانی کا تقاضا تھا اور ایسے ہی ہونا چاہئے تھا لیکن یہ اس کے ہفوات کا جواب نہیں تھا۔ شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ نے ''مقدس رسول'' کے نام پر اس کا جواب لکھا جو اتنا باکمال تھا کہ پھر کسی آریہ کو اس موضوع پر قلم اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی ''مقدس رسول'' جب طبع ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی تو مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ دارالعلوم دیوبند نے زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ اس دور کے معروف صحافی مولانا ظفر علی خاں نے اپنے اخبار ''زمیندار'' میں اداریہ لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری کو غیر مسلموں کے مذہبی اعتراضات کے دندان شکن اور قاطع جواب دینے میں جو خاص شہرت حاصل ہے وہ محتاج تصریح نہیں بلا خوف تردید یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ مولانا ممدوح نے اس وقت تک عیسائیوں' آریوں اور دوسرے گمراہ فرقوں کے مقابلہ میں دین قیم کی جو عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں ان کی سپاس گزاری کے گراں بہا فرض سے ہندوستان کے مسلمان کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے'' (مولانا ثناء اللہ امرتسری ص ۷۶ فضل الرحمان بن میاں محمد)

فتنہ قادیانیت

انگریزی حکومت کے زیر سایہ جنم لینے والا قادیانی گروہ مسلمانوں کیلئے سب سے بڑا فتنہ تھا جس کا مقصد اسلامی تعلیمات کو مسخ کرنا تھا اور مسلمانوں کے دلوں سے جہاد کی اہمیت اور جذبہ کو ختم کرنا تھا۔ اس کی ابتداء مرزا صاحب کی کتاب ''براہین احمدیہ'' سے ہوئی جس میں بظاہر یہ تاثر دیا گیا تھا کہ اسلام براہین فلسفہ پر مبنی مذہب ہے۔ اس پر غیر مسلموں کے اعتراضات جہالت پر مبنی ہیں' لیکن جلد ہی بلی تھیلے سے باہر آ گئی۔ مرزا صاحب نے اصل منزل کی طرف سفر شروع کر دیا اور کئی قسم کے دعوے کیے۔ مرزا صاحب کے ان دعوؤں کے پیش نظر جو اصل خطرہ تھا علمائے الحدیث نے اپنی خداداد بصیرت سے بھانپ لیا اور سب سے پہلے اس کے مقابل سینہ تان کر کھڑے ہو گئے۔ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مفصل استفتاء تیار کر کے شیخ الکل امام میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پیش کیا۔ مکرم میاں صاحب نے اس استفتاء کا بغور مطالعہ کر کے فتویٰ لکھا کہ مرزا قادیانی کافر ہے۔ اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ میاں صاحب کے اس فتویٰ کی اس وقت کے تمام ہندوستانی علمائے نے تصدیق کی جس سے پورے ملک میں قادیانیوں کے خلاف نفرت کا طوفان کھڑا ہو گیا۔ جس سے مرزا صاحب بلبلا اٹھے اور حضرت میاں صاحب اور مولانا بٹالویؒ کے بارہ میں انتہائی ناشائستگی پر اتر آئے اور قلم کو بے لگام چھوڑ دیا۔ مولانا بٹالوی اور مولانا امرتسریؒ اور دیگر نامور علمائے الحدیث جن میں مولانا میر سیالکوٹی' مولانا قاضی سلیمان منصور پوری' علمائے غزنویہ اور علمائے روپڑیہ سرفہرست ہیں' نے بڑی جفاکشی سے اس فتنے کا تدارک کیا اور اس فتنے کی سرکوبی کیلئے سینکڑوں کتابیں تحریر کیں اور یہ بات مبالغہ سے بالاتر ہے کہ آج مرزا قادیانی کے خلاف جو کچھ منظر عام پر آ رہا ہے وہ علمائے الحدیث کی مساعی اور محنتوں کا چربہ ہے۔ معروف مؤرخ جناب عبدالرشید عراقی رقمطراز ہیں۔

فرقہ قادیانیہ کی تردید میں برصغیر پاک و ہند میں علماء الحدیث نے جو گراں قدر خدمات انجام دی ہیں اس کی مثال برصغیر کی تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔ علمائے الحدیث نے ہر محاذ پر اس فرقہ ضالہ کو ذلیل و خوار کیا۔ اس فرقہ کے علماء سے تقریری و تحریری مناظرے بھی کئے اور ان کے خلاف کتابیں بھی لکھیں۔ دوسرے مسالک کے علمائے کرام نے فرقہ قادیانیہ کے خلاف علمائے الحدیث کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کیا ہے۔ (برصغیر میں علمائے الحدیث کے علمی کارنامے ص ۱۳۱)

مرزا قادیانی کا اعتراف

مرزا قادیانی نے کھلے دامن اعتراف کیا ہے کہ مجھے سب سے زیادہ نقصان الحدیث علماء نے پہنچایا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ مولوی محمد حسین جو (براہین احمدیہ کی اشاعت کے) بارہ برس بعد اول المکفرین بنے' بانی تکفیر کے وہی تھے اور اس آگ کو اپنی شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے میاں نذیر حسین دہلوی تھے۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۱۲۱)

پھر جب مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اس میدان میں اترے تو مرزا کو علمی طور پر اتنا مجبور کر دیا کہ وہ بدزبانی اور الزام تراشی پر اتر آیا جب پھر بھی بات نہ بنی تو مباہلہ کی دعوت دے دی۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں مدت سے آپ کے پرچہ الحدیث میں میری تکذیب و تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے ہر پرچہ میں مردود' کذاب' دجال ہے اس کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افتراء ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا۔ (اشتہار آخری فیصلہ)

مشہور مورخ مولانا اسحاق بھٹی نے قادیانی فتنہ کی سرکوبی میں علمائے اہلحدیث کے کردار کو اس طرح پیش کیا ہے کہ جس سے تمام مساعی ایک نظر میں قاری کے سامنے آجاتی ہے۔ فرماتے ہیں:

"مرزا قادیانی پر تکفیر کا سب سے پہلے فتویٰ مولانا محمد حسین بٹالوی نے تیار کیا اور اس پر اپنے استاد عالی قدر میاں نذیر حسین کے دستخط کرائے اور پھر پنجاب و ہندوستان کے تقریباً دو سو مشاہیر علمائے کرام کی خدمت میں اس فتویٰ کا مضمون پیش کیا اور اس طرح اس کی تصویب و تصدیق کرائی کہ انہوں نے اس پر دستخط ثبت فرمائے یا پھر اپنی مہریں لگائیں۔"

☆ مرزا صاحب سے مقابلے کیلئے سب سے پہلے عالم جو قادیان گئے تھے وہ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ تھے۔ یہ جنوری ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے۔ انہوں نے مرزا صاحب کے گھر جا کر انہیں للکارا' لیکن مرزا صاحب مقابلہ کیلئے نہیں نکلے۔

☆ مرزائیوں سے مباحثوں اور مناظروں کا سلسلہ سب سے پہلے مولانا محمد حسین بٹالویؒ اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے شروع کیا۔

☆ جس تعداد میں مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ صاحب نے مرزائیوں سے مناظرے کئے اس تعداد میں کسی نے نہیں کئے۔

☆ مسلمانان ہند کی طرف سے "فاتح قادیان" کا لقب مولانا ثناء اللہؒ ہی کو ملا تھا۔

☆ مرزا صاحب کو مباہلے کا چیلنج سب سے پہلے اہلحدیث علمائے کرام نے دیا تھا۔

☆ مرزائیت کے خلاف سب سے زیادہ کتابیں اہلحدیث مصنفین نے لکھیں۔

☆ قیام پاکستان کے بعد ملک کے دستور میں مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ تحریری صورت میں سب سے پہلے اہلحدیث عالم مولانا محمد حنیف ندویؒ نے کیا' بلکہ مرزائیوں کو توجہ دلائی کہ وہ خود حکومت سے مطالبہ کریں کہ انہیں ملک کے دستور میں اقلیت کا مقام دیا جائے تاکہ ان کی مخالفت میں روز بروز کا سلسلہ ختم ہو جائے۔

☆ مرزائیت کے خلاف جتنی تحریکیں چلیں ان میں سب سے زیادہ اہلحدیث علماء اور عوام نے حصہ لیا اور اس کے نتیجے میں حکومت نے انہیں گرفتار کیا۔ (مرزائیت نئے زاویوں سے ص۳۰)

اعتراف حقیقت

بلاشبہ برصغیر میں سابقہ دو صدیوں میں اسلام کے خلاف جتنی تحریکیں اٹھیں یا اہل اسلام میں سے بدعتیوں اور رافضیوں اور منکرین حدیث نے جو شگوفے چھوڑے علمائے اہلحدیث نے ان تمام کا ہر جہت سے مقابلہ کیا اور اسلام کی خالص تعلیم پر کوئی دھبہ نہیں آنے دیا۔ برصغیر میں غیر مسلموں کی اکثریت اور مسلمانوں میں سے اہل بدعت کی بہتات کے باوجود اسلام کی مصفی تعلیم بالکل محفوظ ہے۔ اسلام کے خلاف اٹھنے والی جملہ تحریکیں اہلحدیث کی لازوال مساعی کی وجہ سے اپنے منطقی نتیجہ کو پہنچیں اور یہ ایک ایسی چشم کشا حقیقت ہے کہ جس کا اعتراف عالم اسلام کے محققین اور خصوصاً علمائے احناف نے بھی کیا ہے۔ مصر کے نامور محقق علامہ عبدالعزیز خولی فرماتے ہیں اب ہندوستان میں ایک بہت بڑی جماعت ہے جو تمام امور میں سنت سے راہنمائی حاصل کرتی ہے۔ فقہاء اور متکلمین میں سے کسی کی تقلید نہیں کرتی۔ یہ محدثین کی جماعت ہے نیز ممالک اسلامیہ کی کثرت اور ان کی اجناس مختلف ہونے کے باوجود ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں پایا جاتا ہے۔ جس سے اس زمانہ میں ہمارے ہندی مسلمانوں کی مانند حدیث کا تعلق کا تقاضا پورا کیا ہو۔ یہ وہی لوگ ہیں جن میں سنت کے حافظ پائے جاتے تھے۔ وہ اس طرح حریت فکر اور اسانید پر نگاہ رکھتے ہیں' درس دیتے ہیں' جس طرح قرون ثالث میں دیا جاتا تھا۔ (عقیدہ اہلحدیث' عقیدہ مسلم ص ۲۸)

علامہ سلمان ندوی تحریک اہلحدیث میں اکابر اہلحدیث کی مساعی جمیلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں' اس تحریک کا ایک اور فائدہ یہ ہوا کہ مدت کا رنگ طبیعتوں سے دور ہا اور یہ جو خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اب تحقیق کا دروازہ اور نئے اجتہاد کا رستہ مسدود ہو چکا ہے رفع ہو گیا اور لوگ از سر نو تحقیق و کاوش کے عادی ہونے لگے۔ قرآن پاک اور حدیث مبارکہ سے دلائل کی خو پیدا ہوگئی اور قیل و قال کے مکدر گڑھوں کی بجائے ہدایت کے اصل چشمہ مصفی کی طرف واپسی ہوئی۔ نیز اس تحریک کے جو اثرات پیدا ہوئے اور اس زمانہ سے آج تک ہمارے دور ادبار کی ساکن سطح میں اس سے جو جنبش ہوئی وہ بھی ہمارے لئے بجائے خود مفید اور لائق شکر ہے۔ بہت سی بدعتوں کا استیصال ہوا' توحید کی حقیقت نکھاری گئی' قرآن پاک کی تعلیم و تفہیم کا آغاز ہوا' قرآن پاک سے براہ راست ہمارا رشتہ دوبارہ جوڑا گیا' حدیث نبویؐ کی تعلیم و تدریس اور تالیف و اشاعت کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ساری دنیائے اسلام میں ہندوستان ہی کو صرف اس تحریک کی بدولت یہ دولت نصیب ہوئی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دلوں سے اتباع نبوی کا جو جذبہ گم ہو گیا تھا سالہا سال تک کیلئے دوبارہ پیدا ہو گیا۔ (تراجم علمائے حدیث ہند ص ۳۵)